آپ کے صاحبزادے اپنی سہولت کے لیے انگلستان کی رصدگاہ سے دریافت کرلیں کہ ان کے علاقے میں آفتاب کے طلوع و غروب اور زوال کے اوقات کیا ہیں۔ پھر ان اوقات کے لحاظ سے اپنی نمازوں کے اوقات مقرر کرلیں۔

روزے کے لیے وہاں کے دن کی بڑائی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ابن بطوطہ نے روس کے شہر بلغار کے متعلق لکھا ہے کہ گرمی کے زمانے میں جب وہ وہاں پہنچا ہے تو رمضان کا مہینہ تھا اور افطار کے وقت سے لے کر صبح صادق کے ظہور تک صرف دو گھنٹے کا وقت ملتا تھا۔ اسی مختصر مدت میں وہاں کے مسلمان افطار بھی کرتے، کھانا بھی کھاتے اور عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔ نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر کچھ دیر نہ گزرتی تھی کہ صبح صادق ظاہر ہو جاتی اور پھر فجر کی نماز پڑھ لی جاتی تھی۔

پوتے کی وراثت اور مسئلہ غلامی

سوال: ترجمان مارچ ۱۹۵۲ء میں پوتے کی محرومیٔ وراثت کے بارے میں آپ کا جواب سائل کی تشنگی تحقیق کو فرو نہیں کرتا۔ میری رائے میں آپ کا یہ فقرہ کہ "اس میں شیعوں کے سوا کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے" صحیح نہیں۔ جہاں تک بحیثیت قانون داں کے میری معلومات ہیں، اس مسئلے میں شیعوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اُن کے ہاں بھی تعینِ ورثاء کے لیے یہی اصول کارفرما رہے گا کہ قریب کا وارث دور کے وارث کو حقِ وراثت سے محروم کر دے گا۔ ان کے نزدیک بھی متوفی لڑکے کا لڑکا اپنے چچا کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہے گا۔ جو وجوہ آپ نے اس مسئلے کی صحت کے بارے میں ارشاد فرمائی ہیں مجھے ان سے اتفاق ہے۔ اُن کے علاوہ میرے نزدیک مندرجہ ذیل دلائل بھی اس کے حق میں ہیں:

(الف) اپنے محدود قانونی مفہوم میں ایک خاندان صرف میاں بیوی اور ان کی اولاد پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔ لڑکے یا لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے تو وہ ایک نئے خاندان

کی بنا ڈالتے ہیں۔ اس لحاظ سے پوتا دادا کے خاندان سے الگ ہوتا ہے اور وہ دادا کے لڑکوں کی موجودگی میں حصہ پانے کا حقدار نہیں۔

(ب) کسی جزئی دقت یا اشکال کی خاطر مبادیات اور اصولی نظریات کا ترک کرنا درست نہیں ہے۔ یتیم پوتے کی محرومیٔ وراثت خواہ بظاہر کسی قدر پریشان کن ہی کیوں نہ ہو محض اس کی خاطر اسلامی قانون وراثت کے اصول کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ مروجہ قانون میں پوتے کے وارث ہونے کی وجہ سے اس بارے میں اسلامی قانون وراثت کے اس جزیئے پر اشکال محسوس ہوتا ہے لیکن خود موجودہ قانون میں بیسیوں ایسے اشکالات موجود ہیں۔

میرا ایک سوال غلامی کے بارے میں بھی ہے۔ غلامی سے متعلق ضوابط تو ایسے قائم کیے گئے ہیں جن میں اس کے مفقود ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن اسے یک قلم ممنوع کیوں نہیں کر دیا گیا؟

جواب: شیعہ قانون کے متعلق میری واقفیت بہت محدود ہے۔ ان کی فقہ اور احادیث کا میں نے باقاعدہ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ البتہ اہل سنت کی بعض فقہی کتابوں میں اشارۃً یہ بات کہیں نگاہ سے گزری تھی کہ وراثت کے متعدد مسائل میں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے، جن میں سے ایک اس مسئلے کو بھی گنایا گیا تھا۔ اسی بنا پر میں نے شک کے ساتھ لکھ دیا تھا کہ غالباً ان کے سوا کسی نے پوتے کی وراثت کے مسئلے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے اصل صورت معاملہ سے آگاہ فرمایا۔

میں نے پوتے کی وراثت کے معاملے میں تمام دلائل بیان کرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ صرف اختصار کے ساتھ یہ بتایا تھا کہ اس مسئلے میں جذبات کی بنا پر فیصلہ کرنے کے بجائے اگر معقول اصولوں کی بنا پر غور کیا جائے تو جو کچھ فقہاء نے بالاجماع رائے قائم کی ہے وہی سراسر معقول معلوم ہوتی ہے۔ میرے بیان کردہ دلائل پر مزید بہت سے دلائل کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر

خصوصیت کے ساتھ جو بات اس معاملہ میں سب سے زیادہ وزنی ہے وہ یہ ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک تمام امت کے اہل علم اس پر متفق رہے ہیں۔ ایسے متفق علیہ مسائل کا متفق علیہ ہونا ہی بجائے خود اپنے اندر اتنا وزن رکھتا ہے کہ کوئی معقول آدمی ان سے اختلاف کی اسوقت تک جرات نہیں کر سکتا جبتک کہ اس کے پاس دلائل کی کوئی بڑی غیر معمولی طاقت نہ ہو اور یہاں حال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کی جرأت کی ہے، ایک طرف تو ان کے دلائل ایسے قوی نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر امت کے ایک متفق علیہ مسئلے میں تغیر کیا جا سکے، اور دوسری طرف وہ قریب قریب سب کے سب کچھ ایسے ٹیڑھے ذہن کے لوگ ہیں جو ہر دینی مسئلے میں ہمیشہ ایک نرالی انپچ کی بات نکالا کرتے ہیں۔ ان کی بات اگر مانی جائے تو ہمیں گویا یہ ماننا پڑیگا کہ اسی ایک مسئلے میں نہیں بلکہ پورے دین کے سمجھنے میں پہلی صدی سے لے کر آج تک ساری امت غلطی کرتی رہی ہے اور دین کو اگر سمجھا ہے تو صرف اس دور کے تین چار آدمیوں نے سمجھا ہے۔ اس طرح کے خبطیوں کی بات آخر کس التفات کی مستحق ہو سکتی ہے؟

غلامی کے بارے میں آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب آپ کو بآسانی مل جاتا اگر آپ تفہیمات حصہ دوم اور رسائل و مسائل میں میری تصریحات ملاحظہ فرما لیتے۔ غلامی کو بالکل موقوف نہ کر دینے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اسے محض ایک جنگی ضرورت کی حیثیت سے باقی رکھا ہے اور یہ ضرورت ہر ایسے موقع پر پیش آسکتی ہے جبکہ ہمارا کسی دشمن سے اسیران جنگ کے مبادلے یا فدیے پر معاہدہ نہ ہو سکے اور ہماری حکومت جنگی قیدیوں کو بلا فدیہ و بلا مبادلہ چھوڑ دینا ملی مصالح کے خلاف سمجھے۔ شاذ مواقع سے قطع نظر کر کے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں اٹھارویں صدی عیسوی کے اختتام تک اسیران جنگ کے مبادلے کا طریقہ رائج نہ تھا نہ اس امر کا کوئی امکان تھا کہ مسلمان حکومتیں دشمن کے جنگی قیدیوں کو چھوڑ کر اپنے جنگی قیدیوں کو بھی چھڑا سکتیں۔ اور اب بھی اگر دنیا میں مبادلہ اسیران جنگ کا طریقہ رائج ہوا ہے تو وہ کسی مذہبی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ ایک مصلحت کی بنا پر ہے جسے کوئی قوم جب چاہے نظر انداز کر سکتی ہے۔ آج یہ ناممکن نہیں ہے کہ ہمارا کسی ایسے ہٹ دھرم دشمن سے سابقہ پیش آجائے جو مبادلہ اسیران کی تجویز کو ٹھکرا دے اور ہمارے جنگی قیدیوں کو کسی شرط پر بھی چھوڑنے کے لیے راضی

نہ ہو۔ اب آپ خود سوچیں کہ اگر اسلام ہمیں بہر حال جنگی قیدیوں کی رہائی کا پابند کر دیتا تو کیا یہ حکم ہمارے لیے وجہِ مصیبت نہ بن جاتا؟ کیا کوئی قوم بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس نقصان کی متحمل ہو سکتی ہے کہ ہر لڑائی میں اس کے آدمی دشمن کے پاس قید ہوتے رہیں اور وہ دشمن کے آدمیوں کو چھوڑتی چلی جائے؟ اور کیا کوئی دشمن بھی ایسا بیوقوف ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سے کبھی اسیرانِ جنگ کے مبادلے کا معاہدہ کرنے پر آمادہ ہو جبکہ اسے یہ اطمینان ہو کہ ہم بہر حال اپنے مذہبی احکام کی بنا پر اس کے آدمیوں کو چھوڑنے پر مجبور رہیں؟

اس سلسلہ میں ایک سوال پر اور بھی غور کر لیجیے کسی شخص کو عمر بھر جیل میں رکھنا یا اس سے جبری محنت Forced Labour لینا اور اسے موجودہ دور کے انسانی باڑوں Concentration Camps میں رکھنا آخر کس دلیل کی بنا پر غلامی سے بہتر سمجھا جا سکتا ہے؟ غلامی میں تو نسبتہً اس سے زیادہ آزادی حاصل رہتی ہے آدمی کو شادی بیاہ کا موقع بھی مل جاتا ہے ایک آدمی کو براہ راست ایک آدمی سے واسطہ پڑتا ہے جس میں زیادہ انسانی سلوک کا امکان ہے، اور ایک غلام اپنے آقا کو خوش کر کے یا اسے فدیہ دے کر آزادی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ پہلے ذرا اس سلوک کا مطالعہ کر لیجیے جو روس اور جرمنی میں دشمن کے جنگی قیدیوں ہی کے ساتھ نہیں خود اپنے ملک کے سیاسی مجرمین کے ساتھ بھی کیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ پھر فیصلہ کیجیے کہ اگر کبھی کسی ایسے دشمن سے ہمیں سابقہ پیش آجائے اور وہ ہمارے جنگی قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک کرنے لگے تو اس کے جواب میں ہم کو بھی یہی وحشیانہ سلوک کرنا چاہیے یا اس سے بہتر اور زیادہ مبنی بر انسانیت وہ سلوک ہے جو اسلام نے ہم کو غلاموں کے ساتھ کرنے کی اجازت اور ہدایت دی ہے؟

شادی بیاہ میں کفاءت کا لحاظ

سوال:- ترجمان ذی القعدہ و ذی الحجہ ۵۶ھ میں مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کے جواب